ڈاکٹر محمود احمد غازی ☆

دینی مدارس میں تخصص اور اعلیٰ تعلیم و تحقیق

دینی مدارس میں درجات تخصص کا قیام اور اسلامی علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم و تحقیق کا بندوبست وقت کی ایک ایسی اہم اور فوری ضرورت ہے جس کی اہمیت اور فوری نوعیت کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بہت سے مدارس میں درس نظامی کے بعد تخصص اور تکمیل کے شعبے گزشتہ چند عشروں کے دوران کثرت سے قائم ہوئے ہیں۔ تخصص اور تکمیل کے یہ شعبے عموماً تفسیر، فقہ، فتویٰ اور تجوید وقراءت کے میدانوں سے متعلق ہیں۔ بلاشبہ یہ شعبے مفید کام کر رہے ہیں اور ان کی موجودگی سے اسلامی تخصصات کی اہمیت کا احساس بڑھا ہے، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی بھی شعبہ سے تخصص کے وہ مقاصد اب تک کماحقہ پورے نہیں ہو سکے جس کی آج ملک وملت کو شدید ضرورت ہے۔

تخصص کے شعبہ کا مقصد درج ذیل قسم کے اصحاب کی تیاری ہونا چاہیے:

۱۔ نمایاں اسلامی علوم (تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اسلامی معاشیات) کے اعلیٰ مضامین کی تدریس کے لیے ایسے اساتذہ کی تیاری جو ان مضامین کی اعلیٰ سطح پر کماحقہ تعلیم دے سکیں اور دینی مدارس کے طلبہ کو آنے والے چیلنجوں اور خطرات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کر سکیں۔

۲۔ ایسے علمائے کرام کی تیاری جو ملکی جامعات اور عصری تعلیمی اداروں میں اعلیٰ سطح پر اسلامی علوم کی تدریس کی ذمہ داریاں کامیابی سے انجام دے سکیں اور وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے عمل کی موثر رہنمائی کر سکیں۔

۳۔ ایسے اہل علم اور اصحاب تخصص کی تیاری جو اسلامی علوم کے بارے میں پیدا کی جانے والی بدگمانیوں اور اسلامی عقائد واحکام کے بارے میں کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل اور تسلی بخش جواب دے سکیں۔

۴۔ ایسے اہل علم کی تیاری جو اپنی عمیق دینی مہارت کی بنیاد پر مغربی علوم وفنون کا ناقدانہ جائزہ لے سکیں اور مغربی افکار وتصورات کا اسلامی شریعت کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ کر کے ان کے رطب ویابس کو الگ الگ کر سکیں۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ دینی مدارس کے نظام اور نصاب میں ان میں سے کسی بھی ضرورت کی تکمیل کا کوئی بندوبست نہیں۔ تفسیر میں تخصص کے شعبے متعدد مدارس میں قائم ہیں، لیکن وہ چند ماہ میں پورا قرآن حکیم کسی ایک استاد یا مفسر

☆ صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

کے طرز تفسیر کے مطابق سرسری طور پر پڑھا دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان تفسیری پروگراموں کے فارغ التحصیل اصحاب زیادہ سے زیادہ اپنے شیخ کے طرز پر عوامی یا مناظرانہ انداز کا درس قرآن دینے کے قابل تو ہو سکتے ہیں لیکن ان پروگراموں کے نتیجے میں وہ علوم قرآن، ذخائر تفسیر، تفسیر کے مہتم بالشان مسائل، مناہج مفسرین، دور جدید میں قرآن پاک پر کیے جانے والے اعتراضات اور شبہات، تاریخ تدوین قرآن اور ان جیسے امہات مسائل سے اکثر ناواقف ہی رہتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آج قرآن پر از سر نو اعتراضات اور شبہات کی لہریں زور وشور کے ساتھ مشرق ومغرب میں پھیل رہی ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر وتشریح کے بارے میں طرح طرح کے شبہات عقلی وعلمی انداز میں مشرق ومغرب میں اٹھائے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ان روز افزوں اعتراضات اور شبہات کا مدلل اور سنجیدہ جواب دینے کے لیے جس طرح کے متخصص اہل علم درکار ہیں، وہ ناپید ہیں یہاں تک کہ خود مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں یہ نئے گمراہ کن اسالیب جگہ پا رہے ہیں اور مسلمان طلبہ کے ذہنوں کو پراگندہ اور پریشان کر رہے ہیں۔

یہی حال حدیث اور فقہ کے تخصص کا ہے۔ علم حدیث کے وسیع ذخائر، علوم حدیث کے لامتناہی دفاتر اور معارف حدیث کے عمیق مباحث عموماً تخصص حدیث کے شعبوں میں بار نہیں پاتے۔ حدیث میں تخصص اور دو دو سال میں دورۂ حدیث کرنے والے طلبہ علوم حدیث کے امہات مسائل بلکہ اہم کتابوں کے ناموں تک سے ناواقف رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تخصص حدیث دراصل احادیث احکام کے مسلکی مطالعے سے عبارت بن کر رہ گیا ہے۔ مختلف مسالک کے اہل علم نے اپنے اپنے مسلک کی تائید کے نقطہ نظر سے منتخب احادیث کے مطالعے کو تخصص کا نام دے دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلبہ کو اپنے اپنے فقہی اور کلامی موقف کے بارے میں چندگنی چنی احادیث اور روایات کے بارے میں تو واقفیت خوب ہو جاتی ہے، لیکن علوم حدیث کے اعلیٰ مباحث، ہدایت نبوی کے حقائق ومعارف اور محدثین اسلام کی غیر معمولی کاوشیں طلبہ کی پہنچ سے باہر رہتی ہیں۔ یہی بلکہ اس سے بھی گیا گزرا حال فقہ کے تخصص کا ہے۔

اس صورت حال میں اب تک کیے جانے والے تجربہ پر از سر نو غور کر کے تخصصات کے ایسے نئے نصاب اور نظام کی تیاری کی فوری ضرورت ہے جہاں دینی مدارس کے فارغ التحصیل اصحاب سے ذی استعداد نوجوان اہل علم کو منتخب کر کے متعلقہ اسلامی علوم وفنون میں ٹھوس تربیت دی جائے۔ لیکن تخصص کا کوئی بھی نظام یا نصاب اس وقت تک موثر اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم کے ابتدائی مراحل پر بھی بھرپور اور تفصیلی نظر ثانی نہ کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تخصص کے لیے جس صلاحیت اور سطح کے رجال کار اور طلبہ درکار ہوں گے، جب تک وہ بنیادی اسلامی علوم میں گہری استعداد اور علوم آلیہ سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھتے ہوں، ان کے لیے تخصص کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کا حصول ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے تخصص پر گفتگو کرنے سے پہلے چند ضروری اشارات قبل از تخصص مراحل کے بارے میں بھی پیش کرنا ضروری ہے۔

اس وقت امر واقعہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کی بہت بڑی تعداد مساجد کی امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ بلاشبہ مساجد کی امامت اور خطابت مسلم معاشرہ میں ایک انتہائی اور بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرہ کی دینی تشکیل اور رائے عامہ کی اسلامی تربیت میں ائمہ اور خطبا کے کام کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں کہ درس نظامی کا موجودہ نظام اور نصاب پاکستان کے لیے مطلوبہ صلاحیت اور صفات کے

ائمہ اور خطبا تیار نہیں کرتا۔ امامت وخطابت کے لیے بہت سی ضروری صلاحیتوں کی تیاری بندوبست درس نظامی میں موجود نہیں۔ اسی طرح مستقبل کا امام بہت سی ایسی چیزیں پڑھنے پر خود کو مجبور پاتا ہے جو اس کے لیے امامت اور خطابت میں کسی بھی حیثیت سے کارآمد نہیں۔ منطق اور قدیم یونانی فلسفہ کے اعلیٰ مسائل سے پاکستان میں کسی بھی امام کو کوئی واسطہ نہیں پڑتا۔

اس لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح کے تین بلکہ چار سالوں کا نصاب اس طرح تیار کیا جائے کہ اس کے فارغ التحصیل حضرات اچھے امام، اچھے خطیب یا ابتدائی مدرس اور سرکاری سکولوں کے اچھے مدرس بن سکیں۔ اس سطح پر درس نظامی کی عام کتابوں کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشیات، اسلامی کے سیاسی افکار، سیرۃ النبی، صدر اسلام کی تاریخ، تاریخ پاکستان، برصغیر میں اسلامی تحریکات کی تاریخ جیسے موضوعات کے علاوہ تجوید وقراءت کے مضامین کو لازمی طور پر شامل کیا جائے۔ اس سطح پر اردو وعربی کی ایک آسان تفسیر اور حدیث کی دو یا تین کتب ضرور شامل ہوں۔ ابتدائی سالوں میں جب طلبہ کی عربی کی استعداد زیادہ نہ ہو تو اردو میں دستیاب احادیث کے مجموعوں میں سے کوئی ایک مجموعہ منتخب کیا جا سکتا ہے۔ میری ناچیز رائے میں سال اول ودوم میں معارف الحدیث اور سال سوم اور چہارم میں ترجمان السنۃ شامل کی جا سکتی ہیں۔ مزید برآں فقہ اور اصول فقہ کی متداول درسی کتب کے ساتھ ساتھ ایک یا دو کتابیں اردو اور آسان عربی میں شامل ہونی چاہییں۔ علمائے ندوہ نے اور مولانا محمد انور بدخشانی نے یہ کام بہت آسان کر دیا ہے۔

جو طلبہ نصاب کا یہ مرحلہ مکمل کر لیں، ان کو مناسب سند دے کر ادارہ سے فارغ التحصیل کر دیا جائے۔ میری ذاتی رائے میں طلبہ کا تقریباً پچاس فی صد حصہ اس مرحلہ پر فارغ ہو کر چلا جائے۔ اگلے مرحلے کے لیے صرف ذی استعداد طلبہ قبول کیے جائیں جن کا اصل مقصد امامت، خطابت، ابتدائی اداروں کی تدریس یا سرکاری اسکولوں کی ملازمت نہیں بلکہ ذرا اعلیٰ سطح کی تدریس ہو۔ یہ مرحلہ بھی تین سے چار سال تک مشتمل ہو سکتا ہے۔ مناسب یہ ہوگا کہ یہ اس مرحلہ میں تخصص کے پہلے قدم کے طور پر طلبہ کو دو یا زائد گروپوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ کچھ طلبہ جو فقہ اور علوم فقہ میں تخصص کرنا چاہیں، ان کے نصاب کی تفصیلات میں فقہی کتابوں اور مضامین اور فقہی موضوعات میں مہارت اور تخصص پر زیادہ زور دیا جائے۔ جو طلبہ مثلاً علوم قرآن وتفسیر اور علوم حدیث میں تخصص کرنا چاہیں، ان کے تجویز کردہ نصاب میں فقہی کتب کی تعداد کو نسبتاً کم کر کے حدیث وتفسیر کی کتب شامل کی جائیں۔ لیکن درس نظامی کی موجودہ کتب چند ایک کے اضافے کے ساتھ دونوں گروپوں کے لیے رہنی چاہییں۔ اس سطح پر طلبہ کو اسلامی معاشیات، اسلامی بنکاری، اسلامی بیمہ کاری کے ساتھ ساتھ مغربی افکار اور نظریات کے بارے میں بھی ایک دو کتب لازمی طور پر پڑھائی جائیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ اس مرحلے میں جو طلبہ داخل کیے جائیں، وہ انگریزی زبان سے کسی حد تک واقفیت رکھتے ہوں۔ مغربی افکار سے واقفیت کا بندوبست باقاعدہ نصابی کتب کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اور ماہرین کے توسیعی خطبات کے ذریعے بھی۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مرحلے کو بھی دو ذیلی مرحلوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلا ذیلی مرحلہ جو دو سال پر مشتمل ہو تو وہ تمام طلبہ کے لیے مشترک ہو اور کوشش یہ کی جائے کہ ان دو سالوں کے دوران موقوف علیہ تک کی بنیادی اور اساسی کتب اور مضامین ختم ہو جائیں۔ دوسرا ذیلی مرحلہ حدیث اور تفسیر کے طلبہ کے لیے الگ اور فقہ اور اصول فقہ کے طلبہ کے لیے الگ ہو۔ کچھ مضامین میں دونوں طلبہ شریک ہوں۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی کے درس میں دونوں گروپوں کے طلبہ

شریک ہوں۔اسی طرح آیات احکام یا فقہی تفسیر کے متعلق مضامین بھی دونوں گروپوں کے لیے لازمی ہوں۔ان دونوں کے علاوہ چنداور مضامین بھی مشترک ہوسکتے ہیں۔

امید کی جانی چاہیے کہ ہدایہ کے چاروں حصے ابتدائی دوسالوں تک مکمل ہوجائیں گے۔اب اگلے دوسالوں کے نصابات میں جوطلبہ آگے چل کرفقہ میں تخصص کرنا چاہتے ہیں،ان کے لیےکل مضامین کا آدھا حصہ فقہی مضامین پر مشتمل ہو اور باقی مضامین مشترک ہوں۔اسی طرح جوطلبہ آگے چل کرحدیث اورتفسیر میں تخصص کرنا چاہتے ہیں،ان کے لیےکل مضامین کا کم ازکم پچاس فیصدحدیث اورتفسیر پر مشتمل ہونا چاہیے۔ان دوسالوں میں فقہ اوراصول فقہ میں آگے چل کرتخصص کرنے والےطلبہ کے لیےنصاب کا خاکہ اس طرح کا ہوسکتا ہے:

سال اول کی پہلی شش ماہی

۱۔عقود رسم المفتی

۲۔بدائع الصنائع کےمنتخب ابواب،مثلاً کتاب الزکوۃ،کتاب النکاح،کتاب الطلاق۔

۳۔البحر الرائق کےمنتخب ابواب

۴۔بدایۃ المجتہد (حصہ اول)

۵۔مجلۃ الاحکام العدلیہ (باب اول)

۶۔مشترک مضامین

۷۔مشترک مضامین

۸۔درس نظامی کی بقیہ کتب

سال اول کی دوسری شش ماہی

۱۔ردالمحتار کےمنتخب ابواب

۲۔اصول السرخسی

۳۔بدایۃ المجتہد،حصہ اول

۴۔المغنی لابن قدامہ (منتخب ابواب)

۵۔المہذب فی اصول الفقہ المقارن۔جلداول

۶۔مشترک مضامین

۷۔مشترک مضامین

۸۔درس نظامی کی بقیہ کتب

سال دوم کی دوسری شش ماہی

۱۔نیل الاوطار،منتخب ابواب

۲۔شرح معانی الآثار

۳۔احکام القرآن للجصاص

۴۔المہذب فی اصول الفقہ المقارن، جلد دوم

۵۔المستصفی للغزالی (از آغاز تا نہایت قطب ثانی)

۶۔مشترک مضامین

۷۔مشترک مضامین

۸۔درس نظامی کی بقیہ کتب

ان دو مرحلوں کی کامیاب تکمیل کے بعد طلبہ کی بڑی تعداد فارغ التحصیل ہو جائے گی۔ وہ متداول درس نظامی کی تمام اہم کتابیں اور بنیادی مضامین پڑھ چکی ہوگی۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد مضامین سے ضروری واقفیت حاصل کر چکی ہوگی۔ اب صرف وہ ذی استعداد طلبہ رہ جائیں گے جو اس مرحلہ پر بھی بہت ممتاز اور نمایاں رہے ہوں۔ ان کو تخصص کی سطح کی تعلیم کے لیے منتخب کیا جائے۔ گویا اگر ادارے میں ابتدائی مرحلے میں ایک سو طلبہ داخل ہوئے ہوں تو ان میں سے پہلے مرحلے میں یعنی ثانوی تعلیم کے چار سال کی تکمیل پر کم از کم پچاس طلبہ کو فارغ کر دیا جائے۔ بقیہ پچاس طلبہ میں سے کم از کم نصف یعنی پچیس اگلے مرحلے یعنی مزید چار سال کی تکمیل پر فارغ کر دیے جائیں اور تخصص کے مرحلے پر صرف ایک چوتھائی طلبہ کو قبول کیا جائے۔ یہ بات کہ ہر طالب عالم کو آخر تک ہر چیز پڑھائی جائے، نہ مناسب ہے اور نہ قابل عمل۔ نہ ہر طالب علم کی یہ استعداد ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کو آخری سطح تک ادارے سے وابستہ رکھنے پر اصرار کیا جائے۔

یوں تو تخصص کی ضرورت مختلف میدانوں میں ہے لیکن خاص طور پر درج ذیل شعبوں میں تخصص کی ضرورت آج انتہائی شدید ہے:

۱۔تفسیر اور علوم قرآن

۲۔حدیث اور علوم حدیث

۳۔فقہ اور اصول فقہ

۴۔افتا اور قضا

۵۔عقیدہ اور کلام

۶۔اسلامی معیشت و تجارت

۷۔تقابل ادیان

۸۔فکر جدید اور مطالعہ مغرب

۹۔اسلام اور اسلامی تہذیب عصر جدید میں

۱۰۔عربی زبان و ادب

تخصص کا پروگرام کسی صورت میں بھی تین سال سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ ان تین سالوں میں ابتدائی دو سال باقاعدہ

نصابات اور مقررہ کتب کی تدریس کے لیے وقف ہوں، اور تیسرا سال تحقیقی مقالہ اور اپنے موضوع سے متعلق چند مضامین کی، جن کی تعداد دو یا تین سے زیادہ نہ ہو، تدریس پر مشتمل ہونا چاہیے۔

تخصص کی سطح پر متعلقہ میدان میں مغربی مفکرین نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے طلبہ کو گہری واقفیت ہونی چاہیے۔ امید کی جانی چاہیے کہ تخصص تک پہنچنے والے تمام طلبہ انگریزی کتب اور تحریروں سے بسہولت استفادہ کرنے کے اہل ہوں گے۔

تخصص کی سطح پر مضامین، موضوعات اور کتب کا تعین کرنے کے لیے تین معیارات کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

ا۔ متعلقہ میدان تخصص کے بارے میں اکابر اسلام کی نمایاں خدمات اور ان کے اساسی کام سے طلبہ براہ راست واقف ہو جائیں۔

۲۔ متعلقہ میدان تخصص میں جو جو توسیعات اور ترقیاں ہوئی ہیں، ان سے طلبہ براہ راست مانوس ہو جائیں۔

۳۔ متعلقہ میدان تخصص کی موجودہ صورت حال پورے طور پر طلبہ کو گرفت میں ہو، یعنی بیسویں صدی میں اس موضوع پر مسلمان اہل علم کا نمایاں کام کیا ہے، مغربی مستشرقین نے اس بارے میں کیا کہا ہے اور مستشرقین کے اثرات کے تحت دنیاے اسلام میں جو رجحانات پیدا ہوئے ہیں، ان سے کس طرح عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر فقہ اور اصول فقہ میں تخصص کے لیے ضروری ہوگا کہ ابتدائی دو سالوں میں جو نصاب پڑھایا جائے، وہ متقدمین کی کتابوں سے لے کر متاخرین تک ہر دور کی نمائندہ کاوشوں پر مشتمل ہو۔ اس سطح پر فقہ اسلامی کا تقابلی مطالعہ ناگزیر ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج دنیاے اسلام میں مختلف فقہی مسالک کا ایک دوسرے سے ارتباط اور احتکاک ہو رہا ہے۔ دنیا کے ہر بڑے شہر میں تقریباً ہر فقہی مسلک سے وابستہ مسلمان بڑی تعداد میں موجود ہیں جن کا ایک دوسرے سے روزانہ کوئی نہ کوئی فقہی واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ان حالات میں فقہ کے متخصصین کو اپنے فقہی مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک سے کسی قدر واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کام کے لیے ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کے علاوہ دوسرے فقہی مسالک کی بعض منتخب کتب کے ابواب طلبہ کو پڑھانے چاہییں۔ اسی طرح اصول فقہ کا تقابلی مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔ ایک معاصر سعودی عالم نے "المہذب فی اصول الفقہ المقارن" کے نام سے تقابلی اصول فقہ پر ایک جامع کتاب پانچ جلدوں میں تیار کی ہے۔ وہ اس مرحلے پر بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

فقہ میں تخصص کے طلبہ کے لیے انگریزی اصول فقہ، ضابطہ فوجداری و دیوانی، تعزیرات پاکستان اور پاکستان کے آئین اور دو ایک منتخب قوانین کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ان قوانین کے مطالعے کا مقصد طلبہ کو وکیل یا انگریزی قانون کا ماہر بنانا نہیں بلکہ اس طرز فکر سے واقف کرانا ہے جس کی بنیاد پر انگریزی قوانین مرتب ہوئے ہیں۔ اگر تخصص فی الفقہ کا مقصد اور ہدف ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے عمل میں حصہ لینا اور اس مقصد کو آگے بڑھانا ہے تو ملک کے قانون، عدالتی نظام اور دستوری نظام سے واقفیت ضروری ہے۔

تخصص کی سطح پر امید کی جانی چاہیے کہ طلبہ اعلیٰ استعداد کے حامل ہوں گے اور ان کو کوئی کتاب سبقاً سبقاً اول سے لے کر آخر تک پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس سطح پر استاذ کا کام رہنمائی کرنا اور طلبہ کا کام از خود مطالعہ ہونا چاہیے۔ تعلیم کے دو سالوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ یہ چاروں حصے پانچ پانچ مہینوں پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔ پانچ مہینوں

کی اس مدت میں ایک طالب علم پانچ سے سات موضوعات تک بآسانی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس مرحلے پر پوری پوری کتابیں سبقاً سبقاً پڑھانے کے بجائے امہات الکتب کے منتخب ابواب پڑھائے جائیں۔ ایک مضمون کا استاذ ہفتے میں تین یا چار مرتبہ طلبہ کو درس یا رہنمائی کے لیے دستیاب ہو اور بقیہ اوقات میں طلبہ از خود مطالعہ کریں اور مطالعہ کے نتائج کو تحریری طور پر مرتب کریں۔ یہ اسلوب انگریزی اور ملکی قانون کے مطالعہ میں بہت آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

یہاں مختلف موضوعات اور میدانوں میں تخصص کی مکمل اسکیم کی نشان دہی قبل از وقت ہوگی۔ اگر ان گزارشات سے فی الجملہ اتفاق ہو تو آغاز سے انتہا تک ایک مکمل نقشہ تجویز کرنا ہوگا۔ بنیاد اور ڈھانچہ کی تعمیر سے قبل اونچی منزلوں کی تعمیر کا کام اور اس کی تجاویز غیر مناسب ہیں۔ ان صفحات میں تخصص کے لیے دس میدان تجویز کیے گئے ہیں۔ کسی ایک ادارہ کے لیے ان سب میں بیک وقت تخصص کا پروگرام شروع کرنا نہ قابل عمل ہے اور نہ مناسب۔ بہتر یہی ہوگا کہ پہلے قدم کے طور پر بڑے بڑے دینی ادارے ایک ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دو میدانوں میں تخصص کا پروگرام شروع کریں اور آہستہ آہستہ دوسرے شعبوں کی طرف قدم بڑھائیں۔

وفاق المدارس کی طرف سے ایک مستقل نظامت اعلیٰ برائے تخصصات شرعیہ قائم کی جانی چاہیے جو تخصص کا نصاب اور نظام وضع کرے۔ وفاق کی اجازت اور منظوری کے بغیر کسی ادارہ کو تخصص کا شعبہ قائم کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ جہاں ایسے شعبے قائم ہوں، ان کی نگرانی مذکورہ نظامت اعلیٰ کرے اور معیار کی پابندی کو یقینی بنائے۔

ان صفحات میں اگرچہ گفتگو تخصص کے بارے میں کی گئی ہے، لیکن دو اہم باتوں کی نشان دہی کی اجازت چاہتا ہوں۔ ان دونوں باتوں کا تخصص کے پروگراموں کی کامیابی سے بھی اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ تعلق ضرور ہے۔ میری مراد عربی اور فارسی زبان کی تدریس سے ہے۔

عربی زبان کی تدریس

مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ بیشتر دینی مدارس میں عربی زبان کی تدریس کا موجودہ نظام، نصاب اور انداز انتہائی ناقص، غیر تسلی بخش اور نا قابل قبول ہے۔ عربی فارسی سے نابلد طلبہ فارسی کے ذریعے عربی صرف ونحو کے ضروری قواعد حفظ کرتے ہیں، پھر عربی کی از کار رفتہ اور فضول کتابوں کے ذریعے عربی صرف ونحو میں ''مہارت'' حاصل کرتے ہیں اور اس نامکمل اور انتہائی ناقص علم کے چند صفحات کورٹ کر عربی زبان وادب کے ماہرین بن جاتے ہیں۔ میں اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر عرض کرتا ہوں کہ مدارس میں عربی ادب کی ان کتابوں کی سالہا سال تدریس کرنے والے اساتذہ میں سے بیشتر ان کتابوں کے درسی اجزا کے علاوہ عربی زبان وادب کے پورے ذخیرہ سے ناواقف رہتے ہیں۔

عربی زبان، جو دنیا کی سب سے زیادہ دقیق اور سائنٹفک زبان ہے، عربی ذخیرۂ الفاظ جو دنیا کی زبانوں کا سب سے وسیع ذخیرہ الفاظ ہے، عربی صرف ونحو جس کا مقابلہ شاید ہی کسی زبان کی صرف ونحو کر سکے، دینی مدارس کے علما کی بڑی تعداد کے لیے ایک بند دروازہ ہی رہتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عربی زبان کی تدریس میں ندوۃ العلما کا تجربہ بہت کامیاب اور شاندار رہا ہے۔ اس تجربہ نے گزشتہ نصف صدی سے زائد کے عرصے میں اپنی افادیت اور خوبی کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔

لہٰذا عربی زبان کی تدریس کے پورے نصاب ونظام پر ندوہ کے تجربہ کی روشنی میں نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ ندوہ کی مرتب کردہ ابتدائی کتابیں وسطانی مدارس میں پڑھائی جانی چاہییں۔ مزید برآں عربی نثر کی عمدہ کتابوں کے منتخب حصے نصاب میں شامل ہونے چاہییں۔ عربی شعر میں بھی متعدد مجموعے ایسے دستیاب ہیں جو حماسہ اور سبعہ معلقہ سے پہلے پڑھا دیے جائیں تو زبان کا اچھا ذوق پیدا ہو سکتا ہے۔

عربی نثر میں سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ اور مقدمہ ابن خلدون کے منتخبات پر مشتمل ایک ترتیب دے دی جائے اور نفحۃ العرب کے بعد پڑھائی جائے تو عربی نثر کی اچھی بنیاد بن سکتی ہے۔ میری ذاتی رائے میں مقامات حریری کی تدریس محض وقت کا ضیاع ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو تین مقامے نمونے کے طور پر پڑھا دینا کافی ہے۔

فارسی زبان کا اہتمام

برصغیر میں ایک طویل عرصہ تک دینی علوم وفنون کی تدریس فارسی زبان میں ہوتی رہی ہے۔ فارسی ہی جنوبی ایشیا اور افغانستان کی علمی اور ثقافتی زبان رہی ہے۔ ہندو پاکستان کے دینی مدارس میں ابتدائی تعلیم بھی فارسی ہی میں ہوتی تھی۔ اگرچہ فارسی کو ذریعہ تعلیم بنانا اور دینی وعربی علوم کے لیے فارسی زبان کو استعمال کرنا اردو کے رواج پا جانے کے بعد غیر موزوں اور غیر مفید تھا، لیکن فی نفسہ فارسی زبان وادب کی ضروری تعلیم میں بہت افادیت تھی۔ طلبہ برصغیر کے دینی ورثہ سے واقف ہو جاتے تھے۔ برصغیر کے دینی اکابر کی تحریروں تک ان کو رسائی حاصل ہو جاتی تھی۔ لیکن گزشتہ تیس چالیس سال سے فارسی کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے رجحان سے بہت نقصان ہوا ہے۔ آج بہت سے علما کے لیے مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے اکابر کی کتابیں ناقابل فہم ہو گئی ہیں۔ فارسی زبان کے ذریعے اخلاق، تہذیب اور روحانیت کا جو عنصر نصاب تعلیم کی بنیادوں میں شامل ہو جاتا تھا، اس سے طلبہ قریب قریب محروم ہو گئے ہیں۔

ان حالات میں فارسی زبان کی (بطور ایک مضمون کے) تدریس کا احیا کرنا ضروری ہے۔ اگر ابتدائی دینی مدارس میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ اردو، فارسی، حساب اور معاشرتی علوم کے مضامین شامل کر دیے جائیں تو پانچ سال کی مدت میں طالب علم قرآن مجید کا حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف اردو اور فارسی کی ضروری استعداد کا حامل ہو سکتا ہے بلکہ ضروری حساب اور ابتدائی ریاضی سے بھی واقف ہو سکتا ہے۔

وسطانی مدارس میں فارسی کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت دی جانی چاہیے۔ اگر طالب علم ابتدائی مدارس میں آمدنامہ، گلزار دبستان، کریما، پندنامہ، گلستان اور بوستان پڑھ چکا ہو (جو ایک گھنٹہ روزانہ کے حساب سے چار سال میں بہت آسان ہے) تو وسطانی مدارس میں مثنوی مولانا روم کے منتخبات، بہارستان جامی، کشف المحجوب، امام غزالی کی کیمیائے سعادت کے منتخب ابواب پڑھانا مشکل نہ ہوگا۔ پھر ثانویہ عامہ اور عالیہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے بعض منتخب مکتوبات اور مولانا اسماعیل شہید کی منصب امامت کو شامل کرنا آسان ہوگا۔ حضرت مجدد کے بعض طویل مکتوبات عقائد اور تصوف کے بنیادی اور مہتم بالشان مسائل کے بارے میں انتہائی عالمانہ اور وقیع مباحث پر مشتمل ہیں اور اچھی خاصی کتاب کی ضخامت کے برابر ہیں۔ ایسے چند مکتوبات کو نصابی کتاب کے طور پر پڑھایا جا سکتا ہے۔